JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 19, Issue: 01, Jul – Dec 2025

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

واقعۂ اسراء: فکری معنویت اور اخلاقی و عملی مضمرات ایک تجزیاتی مطالعہ

The Isrāʾ:Intellectual Dimensions and Ethical Implications: An Analytical Study

Dr. Muhammad Aslam *
Assistant Professor, Department of Basic Sciences & Humanities (Islamic Studies), University of Engineering and Technology (UET) Lahore, Faisalabad Campus, Pakistan.
Ms. Rabia Faryad**
Teaching Assistant, Department of Islamic Studies, Government College Women University Faisalabad (GCWUF), Pakistan.

ABSTRACT

The miraculous journey of Isrāʾ and Miʿrāj holds a central place in Islamic thought, embodying not only profound intellectual implications but also enduring moral lessons. This study highlights the intellectual and moral dimensions of the Isrāʾ, showing—through the lens of reason, wisdom, and contemporary reflections—how this transcendent journey continues to provide timeless guidance for individual growth and collective ethical practice. The paper argues that the intellectual and moral aspects of the Isrāʾ inspire reflection on the harmony between human reason, divine revelation, and ethical living, thereby establishing the journey not merely as a historical miracle but as a source of enduring relevance for the intellectual and moral challenges of the modern age.

Keywords: *Isrāʾ, journey, Intellectual Dimensions, Moral Lessons, Islamic Thought Abraham Accords*

موضوع کا تعارف:

اسراء و معراج النبی ﷺ انسانی تاریخ کا ایک اہم ترین اور محیر العقول سفر ہے۔ مسجد حرام سے بیت المقدس اور پھر بیت المقدس سے سات آسمانوں سے اوپر سدرۃ المنتہی تک کا یہ سفر قدرت الٰہی کا ایک عظیم الشان معجزہ تھا جو روح و جسم کے ساتھ حالت بیداری میں رسول اللہ ﷺ کو جبریل امین کی معیت میں پیش آیا تھا۔ قرآن اور اخبار صحیحہ کے تناظر میں جمہور علمائے محدثین و مفسرین، فقہاء اور متکلمین کا یہی موقف ہے۔ اور اس سے انحراف کی کوئی عقلی توجیہ ممکن نہیں ہے۔[1] یہ عظیم الشان سفر نہ صرف عمیق فکری بصیرتوں کا حامل ہے، بلکہ یہ اپنے اندر بے شمار اعلی اخلاقی پہلوؤں کو بھی سموئے ہوئے

CC BY

ہے۔فعل الحكيم لا يخلو عن الحكمة" دانا آدمی کا کام حکمت کے بغیر نہیں ہوتا، اور اللہ تعالیٰ تو دانائے مطلق ہیں اس کی قدرت کا عظیم مظہر یہ واقعہ حکمت کے بغیر کیسے ہو سکتا ہے؟زیر نظر مضمون میں رطب و یابس سے قطع نظر اصل حقائق کے تناظر میں انہیں فکری بصیرتوں اور اخلاقی اسباق کو اجاگر کیا گیا ہے، تاکہ فکری بحران اور اخلاقی پستی کے شکار انسان کے لئے فکر و اخلاق کا ایک لائحہ عمل مرتب کیا جاسکے۔

تجزیاتی مطالعہ

اس عظیم الشان سفر کا اہم ترین پہلو یہ ہے کہ یہ خواب کا واقعہ ہر گز نہیں تھا، جیسا کہ سر سید احمد خان وغیرہ نے کہا ہے۔[2]

جس کی **ایک بڑی دلیل** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے﴿ وسُبۡحَٰنَ ٱلَّذِيٓ أَسۡرَىٰ بِعَبۡدِهِۦ لَيۡلٗا مِّنَ ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡحَرَامِ إِلَى ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡأَقۡصَا ٱلَّذِي بَٰرَكۡنَا حَوۡلَهُۥ لِنُرِيَهُۥ مِنۡ ءَايَٰتِنَآۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ﴾ [3] کے الفاظ کے ساتھ اس واقعہ کو اپنی قدرت کا کرشمہ اور عظمت کا مظہر Phenomena قرار دیا ہے۔ سُبۡحَٰنَ ٱلَّذِيٓ کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ یہ قوانین فطرت سے بالاتر اور زمان و مکان کی پابندیوں سے آزاد ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔خواب کے واقعہ کے لئے یہ تعبیر قطعاً موزوں نہیں ہے۔خواب میں ایسی حیرت انگیز اور مافوق الفطرت چیزوں کا مشاہدہ کرنا کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔

دوسرا: قرآن کریم نے کئی دیگر مقامات پر أَسۡرَىٰ کا لفظ روح و جسم کے ساتھ حالت بیداری میں رات کے سفر کے لئے استعمال کیا ہے، جیسے فرمان الٰہی ہے: ﴿فَاَسۡرِ بِاَهۡلِكَ بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّيۡلِ﴾[4]﴿وَلَقَدۡ اَوۡحَيۡنَا اِلٰى مُوۡسٰٓى اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِىۡ﴾[5]﴿وَاَوۡحَيۡنَا اِلٰى مُوۡسٰٓى اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِىۡٓ اِنَّكُمۡ مُّتَّبَعُوۡنَ﴾[6]

تیسرا: لفظ "عبد "یہ واضح کر رہا ہے کہ یہ سفر عالم بیداری میں جسم کے ساتھ تھا، نہ کہ صرف روحانی یا خیالی، کیونکہ عبد کا اطلاق جسم و روح دونوں پر ہوتا ہے، نہ کہ صرف روح پر۔

چوتھا: قرآن نے ایک مقام پر﴿ مَاجَعَلۡنَا الرُّؤۡيَا الَّتِىۡۤ اَرَيۡنٰكَ اِلَّا فِتۡنَةً لِّلنَّاسِ﴾ [7] کے الفاظ میں اس واقعہ کے اقرار و انکار کو ایمان و کفر کے لئے معیار اور امتحان قرار دیا ہے۔جس کی بنیاد پر ابو بکر کو صدیق رضی اللہ عنہ کا خطاب ملا اور ابو جہل وغیرہ کو کفر کے وصف سے متصف کیا گیا۔خواب میں اس طرح کے مشاہدات کا اقرار و انکار آخر کس طرح ایمان و کفر کا معیار قرار دیا سکتا ہے؟ اسی بناء پر **حبر الامة** عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر یہاں "رؤیا" سے خواب یا روحانی مشاہدہ کی بجائے رؤیا عین مراد لیا ہے۔

پانچواں: جب آپ ﷺ نے اس واقعہ کو بیان کیا تو مشرکین مکہ نے شدت سے اس کا انکار کیا، مذاق اڑایا اور آپ کے خلاف ایک بیانیہ بنالیا۔ اگر آپ ﷺ اس واقعہ کو بطور خواب بیان کرتے تو کفار مکہ کو اس کے انکار و استہزاء اور یہ چیلنج کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں تھی کہ اگر آپ سچے ہیں تو پھر بیت المقدس کی نشانیاں اور تفصیلات بیان کرو۔یہ تمام دلائل اس حقیقت

کا واضح ثبوت ہیں کہ اس سفر نبوی ﷺ کو خواب کا واقعہ قرار دینے کی کوئی ایسی وجہ موجود نہیں ہے جو عقل و دانش کو اپیل کرتی ہو۔ نیز اسے کشش ثقل کی رکاوٹ ،آکسیجن کی عدم دستیابی ، تباہ کن Cosmic Rays، الٹراوائلٹ ریز Ultra Violet Rays اور ایکس ریز X-Rays کی موجودگی اور خلا میں پرواز کے لئے روشنی کی رفتار سے تیز رفتاری کی ضرورت جیسے قوانین فطرت کی بنیاد پر بھی رد نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اب سائنس اور ٹیکنالوجی کے تیزی سے بڑھتے قدموں نے اس طرح کے واقعات کی عقلی توجیہات ،اور ان کی سچائی کے ادراک کو بہت آسان کر دیا ہے۔

قرآن حکیم نے سفر اسراء کا مقصد ﴿لِنُرِيَهُۥ مِنۡ ءَايَٰتِنَآۚ﴾[8] "تاکہ ہم آپ کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔" قرار دیا ہے تو سفر معراج کا مقصد ﴿لَقَدۡ رَأَىٰ مِنۡ ءَايَٰتِ رَبِّهِ ٱلۡكُبۡرَىٰٓ﴾[9] "بلاشبہ آپ ﷺ نے اس سفر میں اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ کیا۔" کے الفاظ سے بیان کیا ہے ۔ اس سے مقصود یہ واضح کرنا تھا کہ معراج مصطفیٰ ﷺ محض ایک قصہ نہیں کہ خطباء و واعظین اس سے تلذذ ذہنی کا سامان مہیا کریں ،بلکہ اس میں ہمارے لئے سبق اور فکر و اخلاق کے بے شمار پہلو ہیں ، جن پر عمل کر کے انسانیت کو فکری بحران اور اخلاقی زوال کی اتھاہ گہرائیوں سے نکالا جا سکتا ہے ۔ جیسا کہ سید ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

> "لم يكن الإسراء مجرَّد حادثٍ فرديٍّ بسيطٍ رأى فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم الآيات الكبرى، وتجلّى له ملكوت السَّموات، والأرض مشاهدةً، عياناً؛ بل — زيادةً إلى ذلك — اشتملت هذه الرِّحلة النَّبوية الغيبية على معانٍ دقيقةٍ كثيرةٍ، وإشاراتٍ حكيمةٍ بعيدة المدى.[10]
>
> "اسراء کوئی انفرادی اور معمولی واقعہ نہیں تھا کہ جس میں رسول اللہ ﷺ نے چند بڑی نشانیاں دیکھیں اور آسمان و زمین کی بادشاہت آپ پر عیاں ہوگئی؛ بلکہ یہ غیبی نبوی سفر اپنے اندر بے شمار گہرے معانی اور دور رس حکیمانہ اسباق لئے ہوئے ہے۔"

اس واقعہ میں رطب و یابس کچھ اس طرح شامل کر دیا گیا ہے کہ اصل و مستند حقائق اور اس کے مقاصد روایات میں گم ہو گئے ہے۔ اسلام کے نقطہ نظر سے چونکہ تمام تر افکار و اخلاقیات کا آخری معیار اور سر چشمہ وحی الٰہی اور رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہی ہے ، لہٰذا مستند روایات کی روشنی میں سفر اسراء و معراج میں پیش آمدہ واقعات و مشاہدات نبوی ﷺ کے تناظر میں بعض فکری گوشوں اور خصوصاً اخلاقی اور عملی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے گی ، کیونکہ نبی ﷺ کی بعثت کا ایک اہم مشن تزکیہ نفس اور مکارم اخلاق کی تکمیل ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ہے : إنَّما بُعثتُ لأتمِّمَ مكارمَ الأخلاقِ[11]

1۔ قدرت الٰہی کے اس محیر العقول مظہر اور عظیم الشان معجزہ میں اہل دانش، سائنسدانوں اور ٹیکنالوجی کے تکبر میں مبتلا جدید ذہن کے لئے یہ پیغام ہے کہ کائنات کا کوئی اصول، قاعدہ، قوانین فطرت اس کے ارادے کے سامنے ٹھہر نہیں بن سکتا۔ یہ سچ ہے کہ قوانین الٰہیہ منظّم اور مربوط ہیں، لیکن خالق جب چاہیے ان قوانین کو بدل سکتا ہے ۔ کوانٹم مکینکس میں غیر یقینی حرکت، بلیک ہولز میں قوانین کا ٹوٹ جانا اور بگ بینگ کا آغاز جیسے سائنسی حقائق یہ ظاہر کرتے ہیں کہ قوانین فطر بذات خود خود مختار نہیں ہیں، بلکہ ایک صاحب ارادہ ہستی کے ارادے کے تابع ہیں۔ وہ چاہے تو سمندر موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو راستہ دے دے، آگ ابراہیم علیہ السلام کو جلانے سے انکار کر دے، سیلابی ریلے قوم نوح کو غرق کر دیں۔ مچھلی یونس کو ہضم نہ کر سکے۔ کنواری مریم بچہ جنم دے دے، عیسی ماں کی گود میں کلام کرنے لگیں۔ سوئے ہوئے اصحاب کہف تین سو سال بعد بیدار ہو جائیں، چاند دو ٹکڑے ہو جائے ۔ وہ چاہے تو تند و تیز ہوائیں چلا کر قوم عاد جیسی مضبوط قوموں کو تہس نہس کر دے۔ اسی طرح وہ چاہے تو کشش ثقل کی رکاوٹ، آکسیجن کی عدم دستیابی، تباہ کن Cosmic Rays الٹراوائلٹ ریز Ultra Violet Rays اور ایکس ریز X-Rays کی موجودگی اور خلا میں پرواز کے لئے روشنی کی رفتار سے تیز رفتاری کی ضرورت جیسے طبیعی قوانین کو عارضی طور پر معطل کر کے اپنے پیغمبر ﷺ کو حالت بیداری میں جسم و روح کے ساتھ مسجد حرام سے بیت المقدس اور پھر بیت المقدس سے سات آسمانوں سے اوپر سدرۃ المنتہیٰ تک سیر کروا کر راتوں رات زمین پر واپس پہنچا دے ۔ جدید علومِ فلکیات، فزکس اور خلائی سائنس نے اس طرح کے واقعات کی عقلی توجیہات، اور ان کی سچائی کے فہم کو مزید آسان کر دیا ہے۔ جیسا کہ بیسویں صدی میں انسان اپنی عقل کے بل بوتے پر وقت اور جگہ (Time & Space) کے اضافی (Relative) تصورات کو اپنے حیطۂ ادراک میں لانے میں کامیاب ہو چکا ہے۔

2۔ اسراء و معراج کا یہ عظیم واقعہ محض ایک سفر نہیں بلکہ دراصل تسخیرِ کائنات کے بند دروازوں کو کھولنے اور خلاء میں پیچیدہ راستوں کو تلاشنے کا نقطۂ آغاز بنا۔ انسان کو پیغام دیا گیا کہ کائنات کی وسعتیں اُس کے لیے محدود نہیں، بلکہ وہ اللہ کے اذن سے زمین و آسمان کے رازوں کی کھوج کر سکتا ہے۔ علامہ اقبال کے نقطہ نظر سے یہ واقعہ اس بات کا اعلان ہے کہ مسلمان صرف زمین کے باسی بن کر نہ رہیں، بلکہ کائنات کو مسخر کریں اور فلک کی وسعتوں اور خلا کے پیچیدہ راستوں کو اپنی جستجو کا میدان بنائیں۔ اقبال کہتے ہیں:

اختر شام کی آتی ہے فلک سے آواز   سجدہ کرتی ہے سحر جس کو، وہ ہے آج کی رات
رہ یک گام ہے ہمت کے لیے عرش بریں   کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات

آسمان سے شام کے ستارے کی آواز آ رہی ہے کہ جس عظیم رات کو صبح سجدہ کرتی ہے، وہ یہی معراج کی رات ہے۔ معراج کی رات مسلمانوں کو یہی سبق دے رہی ہے کہ ہمت ہو تو عرشِ بریں ایک قدم کا راستہ ہے۔ انسان کے عزم و ہمت کی آخری

منزل عرش بریں ہے۔ بلاشبہ درجے کی یہ بلندی رسول اللہ ﷺ کو خدا کی رحمت سے ملی، لیکن رحمت کا نزول بھی ہمت و صلاحیت ہی کی بنا پر ہوتا ہے۔ (شرح غلام رسول مہر)

اقبال کہتے ہیں کہ معراج مصطفیٰ ﷺ سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسانیت کی حدود آسمان اور سیاروں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اگر انسان میں بلند عزائم اور رفعت کا جذبہ ہو تو کائنات کی بلندیاں اس کی پہنچ سے باہر نہیں رہیں گی:

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے — کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

اقبال کہتے ہیں: مسلمانوں اگر تم سورۃ النجم کو ایمان کی آنکھ سے سمجھو اور واقعہ معراج کے فلسفہ پر غور کرو تو تمہارے سامنے یہ حقیقت آشکارا ہو جائے گی کہ تم ایک تیر ہو جس کا ہدف ثریا کی بلندیاں ہیں۔ جو مسلمان بھی اللہ کا بندہ بن کر اپنے اندر ولولہ شوق پیدا کر لے وہ خلاؤں و فضاؤں کو تسخیر کر سکتا ہے۔ اور جو مسلمان بھی اپنے اندر ایمان کی صحیح کیفیت پیدا کرے تو ماہ و مہر اور انجم و سپہر پر کمندیں ڈال سکتا ہے۔

ناوک ہے مسلماں! ہدف اس کا ہے ثریا — ہے سر سراپردۂ جاں نکتۂ معراج

تو معنیِ والنجم نہ سمجھا تو عجب کیا — ہے تیرا مدو جزر ابھی چاند کا محتاج

3۔ انسانی تاریخ کا یہ محیر العقول واقعہ کب پیش آیا؟ تمام مؤرخین متفق ہیں کہ مشرکین مکہ کی ستم رانیوں کے بعد طائف میں جب آپ ﷺ درد و کرب کی آخری انتہا سے بھی کامیاب گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ظلم و تشدد کی آندھیاں چھٹنے اور کامرانیوں کی روشن صبح طلوع ہونے کی خوش خبری سنانے، آپ کو ہجرت اور کفر، گمراہی اور نفاق کے مقابلے کے لیے تیار کرنے کے لئے اپنے حبیب ﷺ کو شرف ملاقات کا یہ انتہائی عظیم الشان مقام بخشا۔ مولانا نعیم صدیقی نے لکھا ہے:

"طائف کے تجربہ کے بعد گویا حضور ﷺ اس آخری امتحان سے گزر گئے۔ قانون الٰہی کے تحت ناگزیر تھا کہ اب نئے دور کے دروازے کھل جائیں اور طلوع سحر کی بشارت دی جائے۔ یہ بشارت دینے کے لئے حضور ﷺ کو معراج سے سرفراز کیا گیا۔"[12]

اس سے انسانیت کو یہ سبق دیا کہ جب ظلم وجور کی آندھیاں بھی بندگانِ خدا کے پایہ استقلال کو ہلا نہ سکیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے۔ اندوہ ناکیوں کے بعد آسانی اور ترقی و عروج کے دروازے ضرور کھلتے ہیں۔۔ جب چہار سو ظلم و استبداد کے طوفانوں میں گھرا بندہ نصرتِ الٰہی کی صدا لگاتا ہے تو بالآخر إن نصرالله قريب کی آواز ضرور آتی ہے، جیسا کہ رسالتمآب ﷺ کا فرمان ہے:

تعرَّفْ إلى اللهِ في الرَّخاءِ يعرِفْك في الشِّدَّةِ ، واعلَمْ أنَّ في الصَّبرِ على ما تكرهُ خيرًا كثيرًا، واعلَمْ أنَّ النَّصرَ مع الصَّبرِ ، وأنَّ الفرَجَ مع الكرْبِ ، وأنَّ مع العُسرِ يُسرًا[13]

"تم اسے خوشحالی میں یاد رکھو، وہ تمہیں تکلیف کے وقت یاد رکھے گا، یاد رکھو، مصائب پر صبر کرنے میں بڑی خیر ہے اور یاد رکھو، مدد صبر کے ساتھ ہے، کشادگی تنگی کے ساتھ ہے اور آسانی سختی کے ساتھ ہے۔"

مولانا حنیف ندوی کے بقول: "عین اس وقت جب زمین والوں نے گلشن رسالت کو برباد کرنے کا تہیہ کر لیا تھا، آسمان پر آپ ﷺ کے عروج و ارتقا کے سامان ہو رہے تھے.... اللہ کی مشیت نے آپ کو اٹھایا اور اور مسجد اقصیٰ تک لے اڑی۔ پرواز اور اڑان کا یہ منظر اس لئے تھا کہ آپ ﷺ کو فتوحات اسلامی کی وسعت کا اندازہ ہو، کفار کو معلوم ہو کہ یہ شخص تنگنائے وطن سے نکل کر شام کے مرغزاروں تک پھیل جائے گا، یعنی جس شخص کو تم وطن سے نکال رہے ہو ساری دنیا اس کا وطن قرار پائے گی۔"[14]

آج شام و فلسطین اور کشمیر میں لہو لہو امت اور اس پر عالم اسلام کی بے بسی جیسے جان گسل حالات میں واقعہ اسراء ہمارے لئے امید و ہمت کا پیغام ہے کہ مسلمانوں اگر تم اپنے دین پر ڈٹ جاؤ، کتاب و سنت کو اپنا آئین بنالو، اصولوں پر سمجھوتہ نہ کرو، اپنی صفوں میں اخوت و اتحاد پیدا کر لو تم ظلم و درندگی کا بازار ضرور ٹھنڈا پڑ جائے گا، ذلت و زوال عروج و وقار میں بدل جائے گا۔ تم فضائے بدر پیدا تو کرو، پھر دیکھو، اللہ کی مدد کیسے اترتی ہے۔ چنانچہ سورۃ اسراء میں اس واقعہ کے فوری بعد دوسری ہی آیت میں بنی اسرائیل کی تاریخ بیان کر کے ہمیں یہی نصیحت کی گئی ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

"اس پیغام میں معراج کا ذکر کرنے کے بعد سب سے پہلے بنی اسرائیل کی تاریخ سے عبرت دلائی گئی ہے کہ مصریوں کی غلامی سے نکل کر بنی اسرائیل نے جب آزادانہ زندگی شروع کی تھی تو خداوند عالم نے ان کی راہنمائی کے لئے کتاب عطا فرمائی تھی اور تاکید کر دی تھی کہ میرے سوا اب اپنے معاملات میں کسی اور کی ہدایت پر اعتماد نہ کرنا مگر بنی اسرائیل نے خدا کی اس نعمت کا شکر ادا کرنے کی بجائے کفران نعمت کی اور وہ زمین میں مصلح بننے کی بجائے مفسد و سرکش بن کر رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خدا نے ایک مرتبہ ان کو بابل والوں سے پامال کروایا اور دوسری مرتبہ رومیوں کو ان پر مسلط کر دیا۔ اس سبق آموز تاریخ کا حوالہ دے کر اللہ تعالی نے مسلمانوں کو خبردار کر دیا کہ صرف قرآن ہی وہ چیز ہے جو تمہیں ٹھیک راستے بتائے گی۔ اس کی پیروی میں کام کرو گے تو تمہارے لئے بڑے انعام کی بشارت ہے۔"[15] اس کے بعد قوموں کی تباہی کا یہ اصولِ خداوندی بیان کیا کہ جب امرا اور حکمران طبقہ فسق و فجور اور ظلم و ناانصافیوں پر اترتا ہے تو پھر پوری قوم پامال ہوتی ہے، لہٰذا دیکھنا کہیں اپنی سیاست و معیشت بدقماش و بدکردار لوگوں کے حوالے نہ کرنا۔ اس کے بعد اسلامی سیاست، معیشت اور معاشرت کے 14 اصول بیان کر کے واضح کر دیا کہ اپنی انفرادی زندگی اور اسلامی ریاست کو ان بنیادوں پر کھڑا کرنا، وگرنہ ہم تمہارا حشر بھی وہی کریں جو بنی اسرائیل کا کیا تھا۔

4۔ رہی یہ بات کہ یہ واقعہ کون سے مہینہ کی کس تاریخ کو پیش آیا تھا؟ تو تاریخِ اسلام کی یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کے تعین کی ضرورت محسوس نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس بارے میں مؤرخین کی 12 کے قریب آراء نقل ہوئی ہیں۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ اسلام کا مزاج بنیادی طور پر واقعات کو منانے Celebration کی بجائے اپنانے اور واقعات سے سبق حاصل کرنے کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے انبیائے کرام اور اقوام عالم کے سینکڑوں واقعات کے تاریخی تعین کی بجائے ان میں پنہاں عبرتوں کو اجاگر کیا ہے۔ مثلاً اصحاب کہف کہ وہ کتنے تھے؟ کے تناظر میں فرمایا: قُل رَّبِّيٓ أَعۡلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعۡلَمُهُمۡ إِلَّا قَلِيلٞۗ فَلَا تُمَارِ فِيهِمۡ إِلَّا مِرَآءٗ ظَٰهِرٗا[16] "پس تم سرسری بات سے بڑھ کر ان کی تعداد کے معاملے میں لوگوں سے بحث نہ کرو اور نہ ان کے متعلق کسی سے پوچھو۔"

5۔ (سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ) میں لفظِ عبد اسراء و معراج کے سیاق میں نہایت گہری معنویت رکھتا ہے۔ یہ نشاندہی کرتا ہے کہ اسراء و معراج دراصل مقام عبودیت کا سب سے بڑا اعزاز اور افتخار تھا جو رسول مکرم ﷺ کو عطا ہوا۔ گویا اللہ تعالیٰ کی نظر میں انسان کی بلند ترین منزل یہ ہے کہ وہ اپنے تمام میلانات اور وابستگیوں سے بلند ہو کر خالص بندگیِ الٰہی میں ڈھل جائے۔ ہر عمل صرف اسی کے لیے ہو، ہر قدم اسی کی رضا کی جستجو میں اٹھے۔ اور جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے لیے عروج و ارتقاء اور اپنی قربت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ گویا بندگی یعنی انسان اللہ کا بندہ اور مطیع بن کر زندگی بسر کرے، ہی دراصل انسانیت کی معراج ہے۔ جیسا کہ اقبال کہتے ہیں: متاعِ بے بہا ہے درد و سوز آرزو مندی مقام بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی۔ (بال جبریل)

6۔ **بشریت وعظمت وحب رسول اور تزکیہ اخلاق:** "نبی ﷺ کے سفر اسراء کا آغاز مسجد حرام سے ہوا۔ آپ کو نیند سے جگا کر زمزم کی طرف لے جایا گیا۔ پھر جبریل نازل ہوئے فَفَرَجَ صَدْرِي ، ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ، ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَإِيمَانًا ، فَأَفْرَغَهُ فِي صَدْرِي ، ثُمَّ أَطْبَقَهُ "اور انہوں نے میرے (نبی ﷺ) سینہ اطہر کو چاک کیا اور دل نکال کر آب زمزم سے دھویا اور اس کے بعد سونے کے برتن میں آسمان سے لایا ہوا علم و حلم اور ایمان یقین اور دانائی اس میں بھر کر اپنی جگہ پر لوٹا دیا اور سینے کو بند کر دیا۔"[17]

اس سارے عمل کا مقصد اس حقیقت کا اظہار تھا کہ رسول اللہ ﷺ بھلے کوئی فوق بشر ہستی نہیں ہیں، لیکن آپ کی ہستی کمال انسانیت کی پیکر مجسم، علم و دانش کا سرچشمہ، پاکیزہ فکر و اخلاق اور کردار و روحانیت میں انسانیت کی گل سر سبد اور آپ کی نبوت اخذ و اکتساب سے ماوراء ماینطق عن الھوی کا مظہر اتم ہے، لہٰذا آپ کی توہین صرف ایک انسان کی نہیں، بلکہ پوری اعلیٰ انسانیت کی توہین ہے۔ **نیز** آپ ﷺ کے قلبِ اطہر کو آب زمزم سے دھونے اور اس میں علم و حلم اور ایمان، یقین اور دانائی

بھرنے کے بعد معراج کا سفر شروع ہوا تو اس میں پیغام تھا کہ نبوت کا مشن انسانوں کا تزکیہ نفس ہے، لہٰذا اگر تم بھی عروج و ترقی اور کامیابی چاہتے ہو تو اپنے دل کو تمام آلائشوں سے پاک کر کے اسی نبوت کے نور اور اخلاقیات کے حسن سے آراستہ کرنا ہو گا۔کامیابی کے مادی تصورات جو تم نے قائم کر لئے ،شیطان کا دھوکہ ہیں۔چنانچہ قرآن و سنت نے بعثت نبوی کا مقصد کتاب و حکمت کی تعلیم اور تزکیہ نفس و مکارم اخلاق کی تکمیل کو قرار دیا اور انسانوں کے پروردگار نے گیارہ قسمیں اٹھا کر قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا[18] سے فوز فلاح کا راستہ متعین کر دیا۔نیز فرمایا: إِنَّهُۥ مَن يَأْتِ رَبَّهُۥ مُجْرِماً فَإِنَّ لَهُۥ جَهَنَّمَ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ٧٤ وَمَن يَأْتِهِۦ مُؤْمِناً قَدْ عَمِلَ ٱلصَّٰلِحَٰتِ فَأُوْلَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلدَّرَجَٰتُ ٱلْعُلَىٰ ، جَنَّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَاۚ وَذَٰلِكَ جَزَآءُ مَن تَزَكَّىٰ[19]

7۔ : **محبت واطاعت رسول** -انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ أنَّ النبي صلَّى اللَّه عليه وسلم أُتِيَ بالبراقِ ليلةَ أسري بِهِ ملجمًا مسرجًا فاستصعبَ عليْهِ فقالَ لَهُ جبريلُ أبمحمَّدٍ تفعلُ هذا فما رَكبَكَ أحدٌ أَكرمُ على اللَّهِ منْهُ قالَ : فارفضَّ عرقًا

"پھر نکیل ڈالے اور زین کسے ایک سفید رنگ کا جانور نبی ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا،جس کا نام براق تھا۔اس نے شوخی دکھائی تو جبریل امین نے کہا: تم محمد کو شوخی دکھاتے ہو،آج تک ان سے زیادہ معزز و عظیم سوار تمہاری پشت پر سوار نہیں ہوا۔اس نے سنا تو اس کا جسم (آپ کی عظمت کے احساس سے) پسینہ پسینہ ہو گیا۔اور ساری شوخی ختم ہو گئی۔"[20]

اس میں انسانیت کے سبق ہے کہ وہ ہستی جس کی عظمت کی ہیبت سے عالم بالا کی مخلوقات بھی مارے شرم و حیا کے پانی پانی ہو جائے اور اپنی شوخیاں بھول کر سر تسلیم خم کر دے،ایمان و حکمت کے اس چشمہ صافی سے سیرابی اور ایمان و اخلاق و کردار سے آراستہ کا ایک ہی طریقہ ہے کہ دلوں کو اس ہستی کی شرم و حیا اور عقیدت و محبت کے جذباب سے بھر لیا جائے :إِنَّ ٱلَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَٰتَهُمْ عِندَ رَسُولِ ٱللَّهِ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ٱمْتَحَنَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰۚ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ [21]"جو لوگ رسول اللہ کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں۔یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے ٹیسٹ کر کے دیکھ لیا ہے کہ ان کے دلوں میں واقعی ایمان و تقوی کا بیج کاشت کیا جا سکتا ہے۔"وہ دل جو محبت رسول ﷺ سے خالی ہیں ، ایمان و تقوی کی افزائش کے لئے موزوں ہو سکتا ہے نہ اس کا قالبِ جسم اخلاقیات کے پھل سے آراستہ ہو سکتا ہے،کیونکہ ایمان و تقوی اور اخلاقیات کے لئے رسول اللہ کی اطاعت اتباع ایک لازمی عنصر ہے اور اتباع و اطاعت اسی وقت ممکن ہے کہ آپ کو محبت و عقیدت کا محور بنا لیا جائے۔بقول امام شافعی: لو كان حبك صادقا لأطعته إن المحب لمن يحب مطيع.[22]"اگر تمہاری محبت سچی ہوتی تو یقینا تم ان کی اطاعت کرتے،کیونکہ محب صادق اپنے محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے۔"

8۔"بیت المقدس پہنچ کر آپ نے سواری کو باندھا اور پھر مسجد اقصی میں تشریف لائے۔"[23] مؤذن نے آذان کہی، تکبیر ہوئی، سب کھڑے، منتظر ہیں کہ کون امامت کروائے، جبریل نے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر آگے کر دیا۔اور آپ ﷺ نے تمام ابنیاء و رسل کو نماز پڑھائی۔ صحیح مسلم میں یہ الفاظ ہیں : وقد رأيتني في جماعة من الانبياء... فحانت الصلاة فاممتهم،[24] "میں نے خود کو انبیاء کی ایک جماعت میں دیکھا۔۔۔۔ پھر نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے ان سب کی امامت کی۔"

* اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكاً (آل عمران: 96) مسجد الحرام سے سفر اسراء کی ابتدا اور مسجد اقصی الَّذِىْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ پر انتہاء ،اس ربط کا مقصد اللہ تعالیٰ کی اس اسکیم کو واضح کرنا تھا کہ بیت المقدس بھی بیت اللہ کی طرح مبارک و مقدس، مرکز عبادت، قبلہ اول اور اللہ کے شعائر میں سے ہے اور بیت اللہ کی طرح اس کی تولیت بھی اب اللہ کی سنت کے تحت مسلمانوں کو منتقل ہو گئی ہے۔اس کی حفاظت ،دشمنان دین سے اس کا دفاع، اس کو مظاہر شرک و کفر سے پاک رکھنا بھی اسی طرح امت مسلمہ پر فرض ہے، جس طرح بیت اللہ کی حفاظت اور دفاع فرض ہے۔اللہ رب العزت کی یہی اسکیم آج عالم اسلام کو پکار رہی ہے کہ مسجد اقصی خطرے میں ہے، اس کو صیہونی جارحیت سے بچاؤ، جیسے صلاح الدین نے بیت المقدس کو صلیبیوں کے قبضے سے چھڑایا اور پھر پورے یورپ کی 6 لاکھ متحدہ صلیبی فوج کے حملے سے بچانے کے لئے اپنی ساری طاقت صرف کر دی اور صلیبیوں کو ناکام واپس لوٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔شاید ان کی اس شجاعت و جوانمردی کے پیچھے یہی واقعہ تھا جس نے انہیں عالم عیسائیت کی متحدہ فوج سے ٹکرانے پر آمادہ کر دیا تھا۔

* مسجد حرام اور مسجد اقصی کے درمیان ربط میں اس حقیقت کی نشاندہی بھی ہے کہ مسجدِ اقصیٰ کو درپیش خطرہ دراصل مسجدِ حرام کے لیے خطرہ ہے۔ مسجدِ اقصیٰ پر حملہ مسجدِ حرام پر حملے کی تمہید ہے؛ کیونکہ مسجدِ اقصیٰ ہی مسجدِ حرام تک پہنچنے کا دروازہ ہے۔اگر مسجدِ اقصیٰ مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل کر یہودیوں کے قبضے میں چلی جائے تو اس کا مطلب ہے کہ مسجدِ حرام اور پورے حجاز کا امن بھی خطرے میں ہے اور دشمنوں کی نگاہیں اور ناپاک قدم حجاز مقدس کی طرف بھی بڑھ سکتے ہیں۔شاید الحرمین الشریفین کی حکومت نے یہ نوشتہ دیوار پڑھ لیا ہے جس نے انہیں اپنی دفاعی حکمت عملی تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا ہے اور پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان 'باہمی دفاع کا سٹریٹیجک معاہدہ' طے پا گیا ہے جس کے تحت کسی ایک ملک کے خلاف جارحیت کو دونوں ملکوں کے خلاف جارحیت تصور کیا جائے گا۔اور اسلام کے نقطہ نظر سے ضروری تھا، کیونکہ واقعۂ اسراء نے کعبہ (مکہ مکرمہ) اور بیت المقدس کے درمیان ایک روحانی اور جغرافیائی تعلق قائم کر دیا ہے۔ایک حدیث میں بھی اس کی طرف واضح اشارہ موجود ہے۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: إِنَّ لِي حَوْضًا مَا بَيْنَ الْكَعْبَةِ , وَبَيْتِ الْمَقْدِسِ , أَبْيَضَ مِثْلَ اللَّبَنِ , آنِيَتُهُ عَدَدُ النُّجُومِ , وَإِنِّي لَأَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ[25]

"میرا ایک حوض ہے، کعبہ سے لے کر بیت المقدس تک، دودھ جیسا سفید ہے، اس کے برتن آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہیں، اور قیامت کے دن میرے پیروکار اور متبعین تمام انبیاء کے پیروکاروں اور متبعین سے زیادہ ہوں گے۔"اس لحاظ سے بیت المقدس کی آزادی کا تحفظ اور دفاع ہر مسلمان پر خانہ کعبہ کی طرح فرض ہے۔

* ابراہیم علیہ السلام کے دور سے تمام انبیاء و رسل کے مرکز مسجد اقصی میں رسول اللہ ﷺ کو تمام انبیاء کی امامت کے شرف عظیم سے سرفراز کیا جانا اوراور تمام انبیاء علیہم السلام کا آپ کی اقتدا پر راضی ہونا دراصل ایک ہمہ گیر سیاسی انقلاب کی طرف اشارہ تھا، جس کے ذریعے قیادت بنی اسرائیل سے لے کر امتِ محمدیہ ﷺ کو سونپ دی گئی ہے اور تمام انبیاء نے بھی آپ ﷺ کی قیادت اور پیشوائی کو بالاتفاق تسلیم کر لیا، اور یہ کہ شریعتِ اسلام نے پچھلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ چنانچہ محمد الغزالی نے لکھاہے کہ

"اس سفر میں بیت المقدس کیوں شامل کیا گیا؟ براہِ راست مسجد حرام سے سدرۃ المنتہیٰ تک کیوں نہ لے جایا گیا؟ یہ سوال ہمیں قدیم تاریخ کی طرف لے جاتا ہے کہ صدیوں تک نبوتیں بنی اسرائیل کے ساتھ خاص رہیں اور بیت المقدس وحی کا مرکز اور روئے زمین پر اس کے انوار کا منبع رہا۔ یہی شہر بنی اسرائیل کے نزدیک ان کے محبوب وطن کا قلب تھا اور اللہ کے پسندیدہ بندوں کی متبرک سرزمین سمجھا جاتا تھا۔ لیکن جب یہودیوں نے وحی کی حرمت پامال کر دی اور آسمانی احکام کو پس پشت ڈال دیا تو ان پر اللہ کی لعنت اتری اور ہمیشہ کے لیے ان سے نبوت چھین لینے کا فیصلہ ہوا۔ پھر رسالت کا حضرت محمد ﷺ کی طرف منتقل ہونا دراصل روحانی قیادت کا ایک امت سے دوسری امت کی طرف، ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف، اور بنی اسرائیل کی نسل سے بنی اسماعیل کی نسل کی طرف منتقل ہونا تھا۔ یہ انقلاب یہودیوں کے لیے سخت اشتعال کا باعث بنا، اور وہ اس تبدیلی کا انکار کرنے پر تلے گئے: بئسما اشتروا به أنفسهم أن يكفروا بما أنزل الله بغيا أن ينزل الله من فضله على من يشاء من عباده فباؤ بغضب على غضب (البقرة: 90)" کیا ہی بری ہے وہ چیز جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا کہ اللہ کی نازل کردہ وحی کا انکار کریں، صرف اس حسد کی وجہ سے کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے جس بندے پر چاہے وحی کیوں نازل کرے۔ سو وہ غضب پر غضب کے سزاوار ہوئے۔" لیکن اللہ کی مشیت غالب رہی۔ نئی امت کو رسالت کا بارِ امانت عطا کیا گیا۔ عرب نبی ﷺ نے ابراہیم، اسماعیل اور یعقوب علیہم السلام کی تعلیمات کی وراثت سنبھالی، انہیں پھیلانے کے لیے جہاد کیا اور لوگوں کو ان پر جمع کیا۔ یوں آپ ﷺ نے حال کو ماضی سے جوڑ دیا اور سب کو ایک ہی حقیقت میں ضم کر دیا۔"[26]

اور پھر نبی ﷺ کی امامت پر سفر اسراء کا اختتام گویا یہ اعلان تھا کہ قبلتین کے امام اور تمام ابنیاء علیہم السلام کے وارث کی حیثیت سے اب تمام روئے ارض پر محمد کریم ﷺ پوری انسانیت کے لئے ایمان واطاعت میں فائنل اتھارٹی اور آخری حجت ہیں۔ اور تمام

الہامی کتابوں کے وارث کی حیثیت سے قرآن وسنت ہی اب اس کائنات کا آخری دستور ہے۔ اب آپ ﷺ کے مقابلے میں کسی اور قیادت وسیادت اور نبوت ورسالت روز قیامت تک ختم ہو چکی ہے۔ کسی بھی انسان کی نجات ممکن نہیں ہے جب تک کہ وہ اسلام اور محمد کریم ﷺ کو آخری رسول اور اطاعت واتباع کا آخری معیار تسلیم نہیں کر لیتا۔ درحقیقت یہ سفر اس میثاق کی تکمیل کی اظہار تھا کہ جو اللہ نے سورۃ آل عمران، آیت 81 میں آپ کے سوا تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے لیا تھا کہ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ

"اور جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام سے یہ معاہدہ لیا کہ میں نے تمہیں کتاب وحکمت سے نوازا ہے۔ پھر تمہارے بعد ایک رسول آئے گا جو تم سب کی تعلیمات کی تصدیق کرے گا۔ تم کو ضرور ایمان اس پر لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنا ہوگی۔ اب بتاؤ، کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر مجھ سے عہد کرتے ہو؟ تو سب انبیاء کرام علیہم السلام نے کہا: ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا: گواہ رہنا، میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔"

* یہی عہد لامحالہ اب ہر نبی کے پیروکاروں پر بھی عائد ہوتا کہ وہ ہر قسم کا عناد وتعصب اور Abraham Accords جیسے نام نہاد معاہدوں کی بجائے میثاق انبیاء کے تحت آپ کی قیادت وسیادت کو تسلیم کر لیں، چنانچہ اس سے اگلی آیت میں اہل کتاب کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: "اب کیا یہ اللہ کے دین کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ کائنات کی ہر چیز اور ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اولاد یعقوب کا دین یہی دینُ اللہ اسلام ہے" لہٰذا: مَن يَبْتَغِ غَيْرَ ٱلْإِسْلَٰمِ دِيناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي ٱلْأَخِرَةِ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ(آل عمران 85) اسی حقیقت کو خود رسول اللہ نے واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا:

و الذي نفسُ محمدٍ بيدِهِ ، لا يسمعُ بي أحدٌ من هذه الأمةِ ، لا يهودِيٌّ ، و لا نصرانِيٌّ ، ثُمَّ يموتُ ولم يؤمِنْ بالذي أُرْسِلْتُ به ، إلَّا كان من أصحابِ النارِ[27]

"قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! میری اس اُمت میں سے کوئی بھی، خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، میرے بارے میں سن لے اور پھر اس حال میں مرے کہ اس نے اس دین پر ایمان نہ لایا جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے، تو وہ یقیناً دوزخیوں میں سے ہوگا۔"

سید ابوالحسن ندوی (م 1420 ھ) نے واقعہ اسرا کی اس حکمت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

فقد ضمَّت قصَّةُ الإسراء، وأعلنت السُّورتان الكريمتان اللَّتان نزلتا في شأنه «الإسراء» و«النَّجم»: أنَّ محمّداً صلى الله عليه وسلم هو نبيُّ القبلتين، وإمام المشرقين والمغربين،

ووارث الأنبياء قبله، وإمام الأجيال بعده، فقد التقت في شخصه، وفي إسرائه مكةُ بالقدس، والبيتُ الحرام بالمسجد الأقصى، وصلَّى بالأنبياء خلفه، فكان هذا إيذاناً بعموم رسالته، وخلود إمامته، وإنسانيَّة تعاليمه، وصلاحيتها لاختلاف المكان والزَّمان، وأفادت سورة الإسراء تعيين شخصية النَّبي صلى الله عليه وسلم ، ووصف إمامته، وقيادته، وتحديد مكانة الأمَّة التي بعث فيها، وامنت به، وبيان رسالتها ودورها الَّذي ستمثِّله في العالم، ومن بين الشُّعوب، والأمم.[28]

"واقعۂ اسراء اور اس کے بارے میں نازل ہونے والی دو سورتوں 'الاسراء' اور 'النجم' نے یہ حقیقت واضح کر دی کہ محمد ﷺ قبلتین (دو قبلوں) کے نبی ہیں، مشرق و مغرب کے امام ہیں، اپنے سے پہلے کے انبیاء کے وارث اور آئندہ نسلوں کے رہنما ہیں۔ اس سفر میں مکہ اور بیت المقدس، مسجدِ حرام اور مسجدِ اقصیٰ باہم ہم آغوش ہو گئے ہیں۔ نیز آپ ﷺ نے انبیاء کی امامت کرائی۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ آپ ﷺ کی رسالت عالمگیر ہے، آپ کی امامت دائمی ہے، آپ کی تعلیمات ساری انسانیت کے لیے ہیں اور ہر زمان و مکان کے لیے موزوں ہیں۔ سورۃ الاسراء نے نبی کریم ﷺ کی شخصیت، امامت اور قیادت کو متعین کیا، اس امت کا مقام و مرتبہ واضح کیا جس میں آپ کو مبعوث کیا گیا اور جو آپ پر ایمان لائی، اور یہ بتایا کہ اس امت کا پیغام اور اس کا کردار دنیا کی اقوام و ملل میں کیا ہو گا۔"

*نیز نبی کریم ﷺ مختلف علاقوں اور رنگ و نسل سے تعلق رکھنے والی اقوام عالم کے انبیاء کرام کا آپ کی امامت میں جمع ہونا اس حقیقت کا علامتی اظہار تھا کہ اسلام اپنے اصول و تعلیمات کے ذریعے پوری انسانیت کو اپنے سائے تلے جمع کرتا ہے۔ اسلام میں نہ کالے اور گورے میں کوئی فرق ہے، نہ عرب اور عجمی میں۔ سب قومیتیں ایمان کی بھٹی میں پگھل جاتی ہیں اور پھر اطاعتِ شریعتِ رحمٰن کے سانچے میں ڈھل جاتی ہیں۔

9۔ سفر اسراء کے اختتام اور دوسرے مرحلہ معراج سے پہلے ریفریشمنٹ کا انتظام تھا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: ثُمَّ خَرَجْتُ فَجاءَنِي جِبْرِيلُ عليه السَّلامُ بإناءٍ مِن خَمْرٍ، وإناءٍ مِن لَبَنٍ، فاخْتَرْتُ اللَّبَنَ، فقالَ جِبْرِيلُ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلَّمَ :اخْتَرْتَ الفِطْرَةَ.[29] "مسجد اقصی سے باہر نکلا تو جبریل نے مجھے دو برتن پیش کئے۔ ایک میں شراب اور دوسرے میں دودھ تھا۔ میں نے دودھ پسند کیا۔ تو جبریل نے کہا: آپ نے فطرت کا انتخاب کیا ہے۔" اور ایک روایت میں الفاظ ہیں: أن رسول الله ﷺ أتي ليلة أسري به بإيلياء بقدحين من خمر ولبن، فنظر إليهما ثم أخذ اللبن، فقال جبريل :الحمد لله الذي هداك للفطرة، ولو أخذت الخمر غوت أمتك«. "جبریل نے کہا: اللہ کا شکر ہے جس نے آپ کی فطرت کی طرف راہنمائی کی۔ اگر آپ خمر کا انتخاب کرتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔"[30]

اس میں امت کے لئے پیغام ہے کہ اگر گمراہ راستوں سے بچنا ہے تو پھر فطرت کے دائرہ میں رہ کر زندگی گزارنا ہوگی۔دودھ فطرت کا استعارہ ہے اور شراب و نشہ غیر فطرت کا استعارہ ہے۔اس میں یہ بات حقیقت سمجھائی گئی ہے کہ جس طرح دودھ اور خمر آثار و نتائج میں ایک دوسرے سے مختلف و متضاد ہیں، اسی طرح خیر و شر اور خوش اخلاقی و بداخلاقی بھی اثرات و نتائج میں ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔دوسرا یہ کہ اللہ رب العزت نے انسان کو پیدا کر کے آوارہ نہیں چھوڑ دیا، بلکہ ایک فطری الہام اور حاسہ اخلاقی کے ذریعے اس کے اندر خیر و شر کا گہرا احساس ڈال دیا اور اسے یہ سمجھا دیا کہ تمہاری کامیابی و ناکامی اور ہدایت و گمراہی کا انحصار اس پر ہے کہ اب تم اس فطری الہام اور ضمیر کی آواز کو سن کر فطری رجحانات و رویوں کا انتخاب کر کے فلاح کا راستہ اختیار کرتے ہو یا یا غیر فطری راہوں پر چل کر اپنا مستقبل تباہ کرتے ہو۔ تیسرا رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ سے فطرت کا انتخاب اور آپ کی بعثت سے یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ نفس انسانی میں خیر و شر کا یہ الہام بذات خود انسان کی راہنمائی کے لئے ہر حال میں موثر اور کافی نہیں ہے ، کیونکہ فطرت انسانی بعض دفعہ نفسانی خواہشات و جذبات اور شیطانی وساوس اور غلط ماحول کے ہاتھوں Hack بھی ہو جاتی ہے ، جس کی وجہ سے وہ خیر و شر میں فرق نہیں کر سکتی۔لہٰذا اللہ تعالی نے اس فطری الہام کی مدد کے لئے اپنے آخری نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ نیکی و بدی اور فطرت و غیر فطرت کے فرق کھول کر بتا دے۔تو اسلام در حقیقت انسانی فطرت ہی کی آواز ہے۔لہٰذا شارع کا ہر حکم عین فطرت اور عقل و فطرت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔ اسلام سے تصادم در حقیقت فطرت سے تصادم ہے۔گویا اسلام فطرت انسانی کا ہی ایک مکمل لباس ہے۔**فطرت** خیر و شر کی پہچان کا پہلا درجہ ، اندرونی الہام اور ضمیر کی آواز ، ***لیکن*** خیر و شر کا آخری، مکمل اور فیصلہ کن ماخذ وحی الٰہی اور قرآن ہے۔فرمان الٰہی ہے:

﴿ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفاً فِطْرَتَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لا يَعْلَمُونَ ﴾)الروم: 30)

آج جدید میڈیکل سائنس بھی یہ تسلیم کر رہی ہے کہ غیر فطری سرگرمیوں کے نتیجے میں حاصل ہونے والی عارضی تسکین بالآخر نشہ بن جاتی ہے ، جیسے منشیات، میوزک اور آلات میوزک وغیرہ۔جب گانے کے ساتھ موسیقی بھی شامل ہو تو گناہ اور فحاشی پر ابھارنے کی طاقت کئی گناہ بڑھ جاتی ہے۔موسیقی بڑی حد تک منشیات کی طرح کام کرتی ہے، کیوں کہ یہ انسان کو اپنے ارد گرد کے ماحول سے بے گانہ کر دیتی ہے۔وہ ذہن کو پُر فریب حالت میں پہنچا دیتی ہے۔اسی وجہ سے قرآن نے اسے لہو الحدیث قرار دیا ہے۔ اسلام ہی وہ دین ہے جو انسانی فطرت کے تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے، اور روح و جسم، مصالح و مفاسد، اور دنیا و آخرت کے درمیان ایک متوازن راستہ اختیار کرتا ہے۔وہ راز ہے جس کی بنا پر اسلام نہایت تیزی سے دنیا

میں پھیلا۔اور بے پناہ چیلنجز کے باوجود آج بھی وہ دنیا میں سب سے زیادہ اپنی جڑیں پھیلا رہا ہے۔اس کے بعد اس مقدس سفر کا دوسرا مرحلہ معراج شروع ہوا، سفر معراج کے فکری اور اخلاقی پہلوؤں کے لئے دوسرا مضمون زیر ترتیب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

1 . Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, Aḥmad ibn ʿAlī. *Fatḥ al-Bārī*. Beirut: Dār al-Maʿrifah, 7: 197.
2. Sir Sayyid Aḥmad Khān. *Al-Khuṭabāt al-Aḥmadiyyah fī al-ʿArab wa-l-Sīrah al-Muḥammadiyyah*. Lahore: Dōst Associates, p.354.
3 . *Al-Qurʾān*, Sūrat al-Isrāʾ 17:1.
4 . *Al-Qurʾān*, Sūrat Hūd 11:81.
5 . *Al-Qurʾān*, Sūrat al-Shuʿarāʾ 26:52.
6 . *Al-Qurʾān*, Sūrat Ṭāhā 20:77.
7. *Al-Qurʾān*, Sūrat al-Isrāʾ 17:60.
8 . *Al-Qurʾān*, Sūrat al-Isrāʾ 17:1.
9. *Al-Qurʾān*, Sūrat al-Najm 53:18.
10. al-Nadwī, Abū al-Ḥasan ʿAlī al-Ḥasanī. *Al-Sīrah al-Nabawiyyah*. Edited by Sayyid ʿAbd al-Mājid al-Ghūrī. Damascus–Beirut: Dār Ibn Kathīr, 2004, p. 218.
11. Aḥmad ibn Ḥanbal. *Musnad Aḥmad*. Edited by Shuʿayb al-Arnaʾūṭ, ʿĀdil Murshid, et al. Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 1421 AH, no. 8939. See also *Ṣaḥīḥ al-Jāmiʿ*, Hadith no. 2833.
12. Naʿīm Ṣiddīqī, Mawlānā. *Muḥsin-i Insāniyyat*. Lahore: al-Fayṣal Nashrān, p. 183.
13. Aḥmad ibn Ḥanbal. *Musnad Aḥmad*. Edited by Shuʿayb al-Arnaʾūṭ [d. 1438 AH], ʿĀdil Murshid, et al. Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 1421 AH, Hadith no. 2803.
14. Nadwī, Mawlānā Muḥammad Ḥanīf. *Tafsīr Sirāj al-Bayān*. Lahore: Malik Sirāj Dīn Publishers, 1983, 3: 673.
15 . Mawdūdī, Mawlānā Abū al-Aʿlā. *Sīrat Sarwar-i ʿĀlam*. Lahore: Idārah Tarjumān al-Qurʾān, 1978, 2: 661..
16. *Al-Qurʾān*, Sūrat al-Kahf 18:22.
17. al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Manāqib, "Bāb al-Miʿrāj," Hadith no. 3887. Beirut: Dār Ṭawq al-Najāh.
 al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Ṣalāh, "Bāb Kayfa Furidat al-Ṣalāh fī al-Isrāʾ," no. 349. Beirut: Dār Ṭawq al-Najāh.

Muslim ibn al-Ḥajjāj. *Ṣaḥīḥ Muslim*, Kitāb al-Īmān, "Bāb al-Isrāʾ bi-Rasūl Allāh ﷺ ilā al-Samāwāt wa-Farḍ al-Ṣalawāt." Edited by Muḥammad Fuʾād ʿAbd al-Bāqī. Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, Hadith no. 164.

[18]. *Al-Qurʾān*, Sūrat al-Shams 91:9–10.
[19] . *Al-Qurʾān*, Sūrat Ṭāhā 20:75–76.
[20]. al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā. *Sunan al-Tirmidhī*, Abwāb Tafsīr al-Qurʾān, "Bāb: Wa-min Sūrat Banī Isrāʾīl," Hadith no. 3131. Cairo: Maktabat Muṣṭafā al-Bābī al-Ḥalabī, 1395 AH/1975.
Muslim ibn al-Ḥajjāj. *Ṣaḥīḥ Muslim*, Kitāb al-Īmān, "Bāb al-Isrāʾ bi-Rasūl Allāh ﷺ ilā al-Samāwāt wa-Farḍ al-Ṣalawāt." Edited by Muḥammad Fuʾād ʿAbd al-Bāqī. Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, Hadith. 164.

[21]. *Al-Qurʾān*, Sūrat al-Ḥujurāt 49:3.
[22]. al-Shāfiʿī, Muḥammad ibn Idrīs. *Dīwān al-Imām al-Shāfiʿī.* Edited and introduced by Muḥammad Ibrāhīm Salīm. Cairo: Maktabat Ibn Sīnā, p. 96.
[23]. Muslim ibn al-Ḥajjāj. *Ṣaḥīḥ Muslim,*Hadith no. 162.
[24]. Muslim ibn al-Ḥajjāj. *Ṣaḥīḥ Muslim*, Hadith no. 172.
[25]. Ibn Mājah. *Sunan Ibn Mājah*, Kitāb al-Zuhd, Edited by Dār al-Daʿwah, Hadith no. 162. اس کی سند میں عطیہ العوفی ضعیف ہیں، لیکن حدیث شواہد کی بناء پر صحیح ہے Al-Albānī graded it *ṣaḥīḥ* in *al-Silsilah al-Ṣaḥīḥah*, no. 3949
[26]. al-Ghazālī al-Saqqā, Muḥammad. *Fiqh al-Sīrah*. Takhrīj al-Aḥādīth: Muḥammad Nāṣir al-Dīn al-Albānī. Damascus: Dār al-Qalam, 1427 AH, p. 140.
[27] Muslim ibn al-Ḥajjāj. *Ṣaḥīḥ Muslim*, Hadith no. 153.
[28] al-Nadwī, Abū al-Ḥasan ʿAlī al-Ḥasanī. *Al-Sīrah al-Nabawiyyah*. Edited by Sayyid ʿAbd al-Mājid al-Ghūrī. Damascus–Beirut: Dār Ibn Kathīr, 2004, p. 218.
[29] Muslim ibn al-Ḥajjāj. *Ṣaḥīḥ Muslim*, Hadith no. 162.
[30] al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Ashriba, "Bāb Qawl Allāh Taʿālā: Innamā al-Khamr wa-l-Maysir wa-l-Anṣāb...," Hadith no. 5576. Beirut: Dār Ṭawq al-Najāh.